مکی عہد نبوت میں صحابہ کرام کی دعوتی سرگرمیاں۔ تاریخ و اسلوب

محمد اکرم *

چالیس سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو حکمِ الٰہی کے مطابق دعوت کے کام کا آغاز نہایت حکمت، تدبر اور تدریج کے ساتھ فرمایا۔ آپ ﷺ نے ابتداً ان لوگوں کے سامنے دعوت پیش کی جو آپ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہو چکے تھے اور آپ ﷺ کے اخلاق اور چالیس سالہ زندگی کے شب و روز سے آگاہ تھے۔ انہوں نے بلا تامل اس دعوت کو قبول کر لیا چنانچہ عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، مردوں میں حضرت ابوبکرؓ، غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ اور بچوں میں حضرت علیؓ نے سب سے پہلے قبولیت اسلام کا شرف حاصل کیا۔

تیرہ سالہ مکی دور کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دعوتِ دین کے لئے صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بھرپور معاونت کی اور اس ضمن میں پیش آنے والی ہر اذیت، تکلیف اور دکھ کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ دعوتِ دین کے اس مشکل اور کٹھن دور میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے جو مناہج اور اسالیب اختیار فرمائے ذیل کی سطور میں ان کا ایک جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

انفرادی سطح پر دعوت / خفیہ دعوت

مکی دور میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ہر فرد تک انفرادی سطح پر دعوت پہنچانے کا اسلوب اختیار کیا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر افراد تک ذاتی سطح پر بات پہنچائی جائے تو اس کا یقیناً اثر ہوتا ہے۔ اس لئے اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے بھی اس اندازِ دعوت کو بڑے مؤثر طریقۂ تبلیغ کے طور پر اپنایا۔ چنانچہ مکی دور کے ابتدائی سالوں میں کئی لوگوں کا صحابہ کرامؓ کی دعوت پر اسلام قبول کرنا اس طریقۂ تبلیغ کی کامیابی کی روشن دلیل ہے۔ علامہ ابن الاثیر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

> واسلم علی یده جماعة لمحبتهم له ومیلهم الیه حتیٰ انه اسلم علی یده خمسة من العشرة (۱)

☆ محمد اکرم، لیکچرار، گورنمنٹ ڈگری کالج قلعہ دیدار سنگھ، گوجرانوالہ

''ان (ابوبکرؓ) کے ہاتھ پر ایک جماعت جن کو ان کے ساتھ محبت وتعلق تھا، اسلام لائی یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ بزرگ بھی ان کے ہاتھ پر اسلام لائے۔''

حضرت عثمانؓ بن عفان کے تذکرہ میں ان بعض ناموں کی تفصیل بھی ہے جنہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ نیز اشارۃً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں یہ کامیابی انفرادی سطح پر خفیہ دعوت کی بدولت حاصل ہوئی۔

''قریش کے لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آتے تھے اور متعدد وجوہ مثلاً علم، تجربہ اور حسنِ مجالست کی بناء پر ان سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ آنے والوں اور ساتھ بیٹھنے والوں میں سے جن لوگوں پر ان کو اعتماد تھا ان کو انہوں نے دعوتِ اسلام دی اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے ان کے ہاتھ پر زبیر بن عوامؓ، عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ بن عبید اللہ اسلام لائے۔'' (۲)

حضرت ابوبکرؓ کو قریش میں جو مقام ومرتبہ حاصل تھا، جس کی بناء پر وہ قریش میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے، ان کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے ابن ہشام لکھتے ہیں:

''ابوبکرؓ اپنی قوم میں بہت تعلقات رکھنے والے، محبوب، نرم اخلاق، قریش میں بہترین نسب والے تھے، قریش کے انساب کا انہیں تمام قریش سے زیادہ علم تھا اور ان کی اچھائی برائی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ تجارت کرتے تھے، خوش مزاج تھے، ہر ایک سے نیک سلوک کرتے تھے۔ علم، تجارت اور حسنِ معاملات کے سبب قوم کے تمام افراد آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے تعلقات رکھتے تھے، آپ نے قوم کے ان تمام افراد کو اسلام کی جانب بلانا شروع کر دیا، جن پر آپ کو بھروسا تھا اور جو کہ آپ کے پاس آتے جاتے تھے اور اٹھتے بیٹھتے تھے۔'' (۳)

جن لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ اور کوششوں سے اسلام قبول کیا ابنِ ہشام نے ان کے نام ذکر کیے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

عثمانؓ بن عفان، زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص، طلحہؓ بن عبیداللہ، ابوعبیدہؓ بن الجراح، ابوسلمہؓ، ارقمؓ بن ابی الارقم، عثمانؓ بن مظعون نیز ان کے دونوں بھائی قدامہؓ اور عبداللہؓ، عبیدہؓ بن الحارث، سعیدؓ بن زید نیز ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطابؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ، عائشہ بنت ابی بکرؓ، خبابؓ بن الارت، عمیرؓ بن ابی وقاص، عبداللہؓ بن مسعود، مسعودؓ بن القاری، مسعودؓ بن ربیعہ، سلیطؓ بن عمرو اور ان کے بھائی حاطبؓ، عیاشؓ بن ربیعہ اور ان کی بیوی اسماءؓ بنت سلامہ، عامرؓ بن ربیعہ، عبداللہؓ بن جحش اور ان کے بھائی احمدؓ، جعفرؓ بن ابی طالب اور ان کی زوجہ اسماءؓ بنت عمیس، حاطبؓ بن الحارث اور ان کی بیوی فاطمہ بنت المجلل، خطابؓ بن الحارث اور ان کی بیوی فکیہۃؓ بنت یسار، معمرؓ بن الحارث، السائبؓ بن عثمانؓ بن مظعون، المطلبؓ بن ازھر اور ان کی بیوی رملہؓ بنت ابی عوف، نعیمؓ بن عبداللہ، عامرؓ بن فہیرہ مولی ابی بکرؓ، خالدؓ بن سعید اور ان کی بیوی امینہؓ بنت خلف بن اسد، حاطبؓ بن عمرو، ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ، واقدؓ بن عبداللہ، خالدؓ، عامرؓ، عاقلؓ اور ایاسؓ بنوالبکیر بن عبدیالیل میں سے، عمار بن یاسرؓ اور صہیبؓ بن سنان۔ (۴)

دعوت وتبلیغ کے میدان میں صحابیات نے بھی، باوجود اپنی فطری کمزوریوں کے، صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ کام کیا۔ بعض صحابیات کے متعلق بھی اس طرح کی روایات ملتی ہیں کہ انہوں نے انفرادی سطح پر دعوت وتبلیغ کا کام پوری جانفشانی سے کیا۔ ابن اثیر کی روایت کے مطابق حضرت ام شریکؓ دوسیہ ایک صحابیہ تھیں، جو آغاز اسلام میں مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں۔ قریش کو ان کی مخفی کوششوں کا حال معلوم ہوا تو ان کو مکہ سے نکال دیا۔ (۵)

حضرت فاطمہ بنت خطابؓ کی استقامت، عزم واستقلال اور دعوت سے متاثر ہو کر حضرت عمرؓ بن خطاب نے اسلام قبول کیا۔ (۶)

مدنی دور میں بھی صحابیات نے انفرادی سطح پر دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا۔ حضرت ام حکیمؓ بنت الحارث کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی۔ وہ خود تو فتح مکہ کے دن اسلام لائیں لیکن ان کے شوہر بھاگ کر یمن چلے گئے ابن شہاب بیان کرتے ہیں:

"فار تحلت ام حکیمؓ، حتّٰی قدمت علیه بالیمن فدعته الی الاسلام فاسلم" (۷)

''ام حکیمؓ نے یمن کا سفر اختیار کیا اور ان (عکرمہؓ بن ابی جہل) کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔''

حضرت ابوطلحہؓ نے حالتِ کفر میں حضرت ام سلیمؓ کو پیغامِ نکاح دیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان، نکاح کیونکر ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر تم اسلام قبول کرلو تو وہی میرا مہر ہوگا۔ اس کے سوا تم سے کچھ طلب نہ کروں گی۔ ام سلیمؓ نے ابوطلحہؓ کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے اور ان کو مائل بہ اسلام کرتے ہوئے جو اسلوب اختیار فرمایا وہ ملاحظہ ہو چنانچہ آپؓ نے فرمایا:

''یا ابا طلحةؓ! ألست تعلم ان الهك الذى تعبد نبت من الارض، قال: بلى، قالت: افلا تستحى ان تعبد شجرة؟''

''اے ابوطلحہ! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہارا معبود زمین سے اگا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، فرمایا: پھر تم کو درخت کی پوجا کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟''

بالآخر حضرت ام سلیمؓ کی ترغیب اور تبلیغ کے نتیجہ میں ابوطلحہؓ مسلمان ہوگئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا۔ (۸)

حضرت عدیؓ بن حاتم اپنے قبیلے کے بادشاہ اور مذہباً عیسائی تھے۔ جب اسلامی فوجوں نے ان کے قبیلہ پر حملہ کیا تو یہ بھاگ کر شام چلے گئے۔ قیدیوں میں ان کی بہن سفانہؓ بنتِ حاتم بھی قیدی ہوکر آئیں اور رسول اللہ ﷺ کے حسنِ سلوک سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے خاندان میں واپس جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ شام اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس آگئیں اور ان کو اسلام کی طرف بلایا چنانچہ ان کی ترغیب سے عدیؓ اپنی بہن کے ہمراہ مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرلی۔ (۹)

اجتماعی سطح پر دعوت / اعلانیہ دعوت

مکی دور کے ابتدائی سالوں میں خفیہ دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں صرف انفرادی سطح پر ہی دعوت ممکن تھی نتیجۃً کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ بالآخر جب تبلیغ عام کا یہ حکم نازل ہوا:

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ (١٠)

''آپؐ کو جو حکم ملا ہے آپؐ وہ لوگوں کو سنا دیں اور مشرکوں کی بالکل پروانہ کریں۔''

تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ نے بھی عوامی اجتماعات، مجالس، بازاروں، میلوں اور دیگر تقریبات میں اجتماعی سطح پر لوگوں کو دعوت پیش کی اور اس راہ میں بے پناہ مشکلات کا بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ سامنا کیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے یہ اعزاز بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اجتماعی سطح پر دعوت کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس لحاظ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام میں سب سے پہلے خطیب اور اعلانیہ تبلیغ کرنے والے ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ کے مرد صحابہ کی تعداد اڑتیس ہوگئی تو صدیقِ اکبرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کیا کہ اب کھل کر اسلام کی دعوت دی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکرؓ! ابھی ہم لوگ تھوڑے ہیں، لیکن حضرت ابوبکرؓ اصرار کرتے رہے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے کھلم کھلا دعوت و تبلیغ کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مسلمان مسجد حرام کے مختلف حصوں میں بکھر گئے اور ہر آدمی اپنے قبیلہ میں جا کر بیٹھ گیا اور حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ اسلام میں سب سے پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوگوں کو اعلانیہ دعوت دی۔ مشرکین مکہ ابوبکرؓ اور دوسرے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجدِ حرام کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کو خوب مارا جبکہ حضرت ابوبکرؓ کو خوب مارا بھی گیا اور پاؤں تلے بھی روندا گیا۔''(١١)

ابن ہشام ابن اسحاق کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

''پہلا شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مکہ میں بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کی وہ عبداللہؓ بن مسعود ہیں۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ قریش نے قرآن کو اپنے سامنے بلند آواز میں پڑھتے ہوئے کبھی نہیں سنا۔

ایسا کون ہے جو انہیں قرآن سنائے؟ عبداللہؓ بن مسعود نے کہا: میں (یہ کام انجام دیتا ہوں) سب نے کہا: ہمیں ان سے تمہارے لئے خوف ہے۔ ہم تو ایسا شخص چاہتے ہیں جو خاندان والا ہو کہ اگر ان لوگوں نے اس سے کوئی بدسلوکی کرنا چاہی تو اس کے اہلِ خاندان حفاظت کر سکیں۔ ابنِ مسعودؓ نے کہا: مجھے چھوڑ دو اللہ تعالیٰ خود میری حفاظت فرمائے گا۔ دوسرے دن حضرت ابنِ مسعودؓ مقامِ ابراہیم کے پاس ایسے وقت آئے جب قریش اپنی مجلسوں میں تھے۔ پھر بلند آواز سے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت شروع کی۔

قریش نے اسے غور سے سنا اور بولے: ابن ام عبد (عبداللہؓ بن مسعود کی کنیت) نے کیا کہا؟ پھر خود ہی کہنے لگے یہ تو وہی پڑھتا ہے جو محمد ﷺ لایا ہے۔ وہ سب کے سب ان کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے اور ابن مسعودؓ کے منہ پر مارنے لگے۔ وہ برابر پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ اس سورۃ کے اس حصے تک پہنچ گئے، جس تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اپنے ساتھیوں کی جانب لوٹ آئے کہ ان کے چہرے پر قریش نے نشانات ڈال دیئے تھے۔ ابنِ مسعودؓ سے دوسرے صحابہؓ نے کہا: اسی چیز کا ہمیں ڈر تھا، انہوں نے جواب دیا: آج دشمنانِ خدا میری نظر میں جتنے ذلیل ہیں، اتنے ذلیل کبھی نہ تھے۔ اگر تم چاہو تو اسی طرح ان کے پاس کل سویرے بھی پہنچوں۔ انہوں نے کہا: نہیں تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ تم نے انہیں وہ باتیں سنا دیں، جنہیں وہ ناپسند کرتے تھے۔" (۱۲)

حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کے قبولِ اسلام کی طویل روایت بیان کی ہے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس اپنی قوم میں جانے اور تبلیغ دین کا حکم دیا۔ لیکن حضرت ابوذرؓ نے بڑے جوش اور جذبۂ جان نثاری کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

"والذی نفسی بیدہ لاصرخن بھا بین ظھر انیھم۔"

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں اس کلمۂ توحید کا

اعلان کافروں میں پورے زور سے کروں گا۔"

چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ بیت اللہ میں آئے اور لوگوں کو اللہ و رسول ﷺ کی طرف دعوت دی۔ مشرکین کھڑے ہوئے اور ان کو اتنا مارا کہ ان کو لٹادیا اتنے میں حضرت عباسؓ آ گئے اور وہ ان کو بچانے کیلئے ان پر لیٹ گئے اور ان کو کافروں سے چھڑایا۔ اگلے دن حضرت ابوذر غفاریؓ نے پھر ان کو ویسے ہی سر عام اور اعلانیہ دعوتِ اسلام دی۔ اس روز بھی کافروں نے ان کو خوب مارا چنانچہ حضرت عباسؓ کی مداخلت ہی سے ان کی جان بچی۔ (۱۳)

ایک دفعہ حضرت عثمانؓ بن مظعون قریش کی ایک ایسی مجلس میں تشریف لے گئے جس میں لبید بن ربیعہ شعر کہہ رہا تھا جب اس نے یہ شعر پڑھا:

"الا کل شیء ماخلا اللہ باطل" "خبردار! اللہ کے سوا سب چیزیں باطل ہیں۔"

تو آپؓ نے اس کو خوب داد دی اور فرمایا: تم نے سچ کہا ہے۔ لیکن جب اس نے دوسرا مصرع پڑھا

"وکل نعیم لامحالۃ زائل" "اور ہر نعمت کو بالآخر زوال ہے۔"

تو حضرت عثمانؓ بن مظعون نے اس کی بھرپور تردید کی اور فرمایا: تم جھوٹے ہو اس لئے کہ جنت کی نعمتوں کو کبھی زوال نہیں ہے اور وہ ہمیشہ رہیں گی۔

مشرکین نے گھور کر حضرت عثمانؓ بن مظعون کی طرف دیکھا اور لبید (۱۴) سے کہا تم یہ شعر پھر پڑھو۔ لبید نے پھر پڑھا۔ آپ نے پھر اسی طرح پہلے مصرع کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کی۔ اہل مجلس میں سے ایک احمق شخص اٹھا اور ان پر حملہ کر دیا، ان کو مارا یہاں تک کہ ان کی ایک آنکھ نیلی ہو گئی۔ لیکن وہ اپنا فریضہ تبلیغ پورا کر چکے تھے۔ (۱۵)

ہجرتِ حبشہ (۱۶) اور دعوتِ دین کا فروغ

جب رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ خود آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے خالص تعلق اور اپنے چچا

ابوطالب کی بدولت آفتوں سے محفوظ ہیں جبکہ آپ ﷺ کے اصحاب مصائب و آلام کا نشانہ بن رہے ہیں نیز آپ ﷺ کفار مکہ سے اپنے اصحاب کی حفاظت کرنے سے بھی قاصر ہیں تو ایک دن آپ ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"لوخرجتم الى ارض الحبشة فان بها ملكا لايظلم عنده احد،وهى ارض صدق ،حتى يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه." (۱۷)

"اگر تم لوگ سرزمینِ حبشہ ہجرت کر جاؤ (تو تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ) وہاں کے بادشاہ کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ سچائی والی سرزمین ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان آفتوں سے، جن میں تم مبتلاء ہو، کوئی کشائش پیدا فرما دے۔"

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے اہل ایمان نے ماہ رجب 5 نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کی (۱۸) اول اول گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے شرفِ ہجرت حاصل کیا۔ حضرت عثمان ؓ بن عفان، زبیر بن العوامؓ، مصعبؓ بن عمیر، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، ابوسلمہؓ بن عبدالاسد، عثمانؓ بن مظعون، عامرؓ بن ربیعہ، ابوسبرہؓ بن ابی رہم یا ابو حاطبؓ بن عمرو، سہیلؓ بن بیضاء، عبداللہؓ بن مسعود، ابو حذیفہؓ بن عتبہ، اور چار خواتین یہ ہیں۔ رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ زوجہ عثمان غنیؓ، سہلہؓ بنتِ سہیل زوجہ ابوحذیفہؓ، سلمہؓ بنتِ ابی امیہ زوجہ ابوسلمہؓ اور لیلیٰؓ بنتِ حشمہ زوجہ عامرؓ بن ربیعہ۔ (۱۹)

یہ حضرات حبشہ میں بڑی پرسکون زندگی بسر کر رہے تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے چنانچہ یہ لوگ مکہ واپس آ گئے۔ یہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ قریش تو پہلے سے بھی زیادہ مسلمانوں کے دشمن بن چکے ہیں۔ اس لئے کچھ لوگ حبشہ واپس چلے گئے اور کچھ مکہ ہی میں ٹھہر گئے۔ اب یہ حضرات پہلے سے بھی زیادہ قریش کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ اس بار تراسی مردوں اور اٹھارہ عورتوں نے ہجرت کی۔ (۲۰)

مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والوں کے علاوہ پچاس مہاجرین کا ایک جتھہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی معیت میں یمن سے حبشہ پہنچا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے:

''ہم یمن میں تھے ہمیں اطلاع ملی کہ نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں۔ ہم وہاں سے کشتیوں میں سوار ہو کر روانہ ہوئے تا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شرفِ باریابی حاصل کریں۔ لیکن راستہ میں ہمیں سمندری طوفان نے آلیا اور ہماری کشتیاں حبشہ کے ساحل پر جالگیں۔ وہاں ہماری ملاقات جعفرؓ بن ابی طالب سے ہوئی چنانچہ ہم نے وہیں اقامت اختیار کر لی اور کئی سال وہاں قیام کیا۔ ہم اس وقت حضرت جعفرؓ کی معیت میں مدینہ واپس آئے جب کہ خیبر میں سارے قلعے فتح ہو چکے تھے اور ان پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لکم انتم یااھل السفینة ھجرتان۔''

''اے کشتی والو! تمہیں دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا۔'' (۲۱)

یعنی پہلی ہجرت اپنے وطن سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت حبشہ سے مدینہ کی طرف۔

ابنِ قیم کا بیان ہے کہ جب مہاجرین حبشہ کو رسول اللہ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کی اطلاع ملی تو ان میں سے تینتیس آدمی واپس آ گئے۔ جن میں سے سات کو راستہ ہی میں کفارِ مکہ نے گرفتار کر لیا اور باقی بخیریت مدینہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس کے بعد باقی مہاجرین فتح خیبر کے سال 7ھ میں واپس آئے۔ (۲۲) ابنِ ہشام نے بڑی تفصیل سے مہاجرین حبشہ کا ذکر کیا ہے اور قبائل کے اعتبار سے مہاجرین بشہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ نجاشی کی بدولت مسلمان حبشہ میں امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ قریش کو بھلا کب گوارا تھا کہ مسلمان سکھ اور چین کی زندگی بسر کرنے لگیں، چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ نجاشی کے پاس سفارت بھیجی جائے کہ ہمارے مجرموں کو اپنے ملک سے نکال دو اور ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ چنانچہ کفارِ مکہ نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اس مقصد کیلئے منتخب کیا۔ جنہوں نے نجاشی سے قبل اس کے درباریوں سے ملاقات کی اور ان کو قیمتی تحائف دے کر اپنی حمایت پر آمادہ کیا اور ان سے کہا کہ وہ کل دربار میں ہماری تائید کریں۔ دوسرے دن سفرائے قریش نجاشی کے دربار میں گئے اور اس سے درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کئے جائیں، درباریوں نے بھی بھرپور تائید کی۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔

تم لوگوں نے کون سا دین ایجاد کرلیا ہے جو نصرانیت اور بت پرستی دونوں کے مخالف ہے۔ معاملہ چونکہ بڑا نازک اور تشویش ناک تھا اسلئے تمام صحابہؓ نے باہم مشورہ کیا کہ نجاشی سے کس انداز سے بات کی جائے۔ بالآخر تمام صحابہؓ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا:

"واللّٰہ ماعلمنا، وما امرنا به نبینا کائنًا فی ذالك ماهوکائن" (۲۳)

''اللہ کی قسم! ہم وہی کہیں گے جو ہمارے نبی نے ہمیں تعلیم دی ہے اور جن باتوں کا آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اس معاملہ میں جو ہوتا ہے ہو جائے''۔

چنانچہ مسلمانوں نے اپنی طرف سے گفتگو کیلئے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کا انتخاب کیا۔ جنہوں نے نجاشی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے اور مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسائیوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی لوگ کمزور کو کھا جاتے تھے، اسی اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خون ریزی سے باز آجائیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسائیوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں، پس ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے۔'' (۲۴)

اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی اور ہم کو مجبور کرتی ہے کہ اسی گمراہی میں پھر واپس آجائیں۔ نجاشی نے کہا! جو کلام الٰہی تمہارے رسول پر اترا ہے، کہیں سے پڑھو۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں، نجاشی پر رقت طاری ہوگئی یہاں تک کہ اس کی داڑھی تر بتر ہوگئی۔ جب نجاشی کے پاس موجود علماء نے یہ کلام سنا تو وہ بھی اتنا روئے کہ ان کے صحیفے بھیگ گئے۔ پھر کہا اللہ کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں، یہ کہہ کر سفراء قریش سے کہا: تم واپس جاؤ۔ میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہ دوں گا

دوسرے دن عمرو بن العاص نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا: جنابِ والا! آپ کو یہ بھی معلوم ہے یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟ نجاشی نے ایک بار پھر مسلمانوں کو بلا بھیجا کہ اس سوال کا جواب دیں۔ مسلمانوں کو اب حقیقی فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے انکار کرتے ہیں تو نجاشی عیسائی ہے، وہ ناراض ہوگا۔ تاہم صحابہ کرامؓ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا:

"نقول واللّٰہ ماقال اللّٰہ، وماجاء نا به نبینا" (۲۵)

"قسم خدا کی! ہم وہی کہیں گے جو اللہ کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے"۔

جب یہ لوگ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو نجاشی نے کہا: تم لوگ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حضرت جعفرؓ نے فرمایا: ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں بتایا ہے:

"ھو عبداللّٰہ ورسوله وروحه وکلمته القاھا الی مریم العذراء البتول"

"عیسیٰؑ اللہ کے بندے، رسول، اس کی روح اور کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کنواری اور پاکباز مریم کی طرف ڈال دیا"۔

نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: واللہ جو تم نے کہا عیسیٰؑ اس ایک تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہے۔ دربار میں موجود عیسائی علماء نجاشی کے طرزِ عمل سے سخت برہم ہوئے تاہم نجاشی نے ان کے غصہ کی قطعاً پرواہ نہ کی (۲۶) قریش کے سفیر بالکل ناکام واپس آئے۔ (۲۷)

حبشہ میں صحابہ کرامؓ نے دعوتِ دین کے لئے جو اسلوب اختیار کیا اس کی ایک ہلکی سی جھلک حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی اس معرکۃ الآراء تقریر میں دیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت جعفرؓ نے اپنے مخاطب نجاشی اور دیگر امراء کے مقام و مرتبہ کا پوری طرح لحاظ رکھتے ہوئے اتنے مدلل، خوبصورت اور دلنشیں پیرائے میں اپنی دعوت کو پیش کیا کہ نہ صرف قریشی سفیر اپنے مشن میں مکمل طور پر ناکام ہوئے بلکہ سرزمینِ حبشہ میں مسلمانوں کے لئے حالات مزید سازگار ہوگئے۔ حضرت جعفرؓ کی حق و صداقت پر مبنی گفتگو سے نجاشی اور اس کے درباری اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

حضرت جعفرؓ کی اس تقریر سے اس وقت تک کے نصابِ دعوت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یقیناً حبشہ میں مسلمان توحید و رسالت کے علاوہ ان ہی اخلاقی تعلیمات کی تبلیغ کرتے ہوں گے۔ جن کا ذکر حضرت جعفرؓ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ حبشہ میں مسلمانوں کے اسلوبِ دعوت کا یہ پہلو بھی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ مشکل ترین لمحات میں انہوں نے بنیادی عقائد پر کوئی سمجھوتہ نہ کیا اور اس معاملہ میں بڑا واضح اور دوٹوک مؤقف اختیار کیا۔ مسلمانوں کے اسی اسلوبِ دعوت کی بنا پر نہ صرف نجاشی بلکہ کئی دیگر لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ مہاجرین حبشہ کی بدولت دعوتِ اسلام حبشہ میں اس قدر عام ہوئی کہ اس سے نہ صرف بادشاہ بلکہ اس کے درباری بھی متاثر ہوئے۔ ملک حبشہ کے عیسائیوں نے بھی اسلام کی تعلیمات سے آگاہی کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس بات کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ وہاں سے بیس عیسائیوں کا ایک وفد مکہ آ کر رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن کی آیات تلاوت کیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ ایمان لے آئے۔ (۲۸)

حبشہ میں مسلمانوں کی دیگر دعوتی سرگرمیاں کس نوعیت کی تھیں؟ یہ معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے تاہم یہ طے شدہ بات ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حبشہ کی پر امن فضا اور سازگار ماحول سے ضرور استفادہ کیا ہوگا۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

> ''اب چونکہ تبلیغ کی آزادی تھی، اس لئے یہ مسلمان (مکے کے نومسلم مہاجر) حبشہ میں تبلیغ کرنے لگے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چند سالوں میں وہاں کافی تعداد میں یعنی کم از کم چالیس پچاس حبشی مسلمان ہو گئے''۔ (۲۹)

نجاشی کا قبولِ اسلام اس حقیقت کی سب سے بڑی گواہی ہے کہ حبشہ میں مسلمانوں نے دعوتِ حق کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا ہوگا۔ جب نجاشی کے انتقال کی خبر مدینہ پہنچی تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ (۳۰)

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ فوراً واپس چلے آئے جبکہ جو لوگ وہاں رہ گئے تھے ان کو واپس لانے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے عمروؓ بن امیہ الضمری کو ایک خط دے کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ کے خط کے جواب میں نجاشی نے لکھا:

"امابعد ! فقد ارسلت اليك يارسول اللهﷺ من كان عندی من اصحابك المهاجرين من مكةالی بلادی،وهاانا ارسلت اليك ابنی اريحا فی ستين رجلاً من اهل الحبشة" (۳۱)

''اے اللہ کے رسول ﷺ ! مہاجرین مکہ میں سے جولوگ میرے پاس آئے تھے انہیں میں آپ ﷺ کی طرف بھیج رہا ہوں اور میں آپ ﷺ کی طرف اہلِ حبشہ میں سے بھی ساٹھ افراد کو اپنے بیٹے اریحا سمیت بھیج رہا ہوں۔''

حبشہ میں مسلمانوں کی دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے یہاں پر ایک روایت کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جس سے واضح طور پر یہ اشارات ملتے ہیں کہ صرف مہاجرینؓ حبشہ ہی نہیں بلکہ دیگر حبشی مسلمان بھی قبول اسلام کے بعد دعوت کا کام کسی نہ کسی سطح پر کرتے رہے ہیں۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ نے عمروؓ بن امیہ الضمری کو مہاجرین حبشہ کو لانے کے لئے نجاشی کے پاس بھیجا تو اتفاق سے عمروؓ بن العاص، جو حبشہ آئے ہوئے تھے، نے عمرو بن امیہ کو نجاشی کے دربار سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تو عمرو بن العاص فوراً نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''جو شخص ابھی ابھی آپ کے دربار سے نکل کر گیا ہے یہ ہمارے دشمن کا قاصد ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کردوں۔

نجاشی یہ سن کر انتہائی غضبناک ہوا اور کہا:

''کیا تم مجھ سے قتل کرنے کیلئے ایسے انسان کے قاصد کو حوالے کرنے کی درخواست کرتے ہو جس کے پاس وہی ناموس اکبر آتا ہے جو حضرت موسیٰؑ پر آتا تھا؟ اس پر عمرو بن العاص نے عرض کیا: اے بادشاہ! کیا یہ معاملہ ہے؟ نجاشی نے کہا: اے عمرو تیرا برا ہو! میری مان اور جا کر ان کی اتباع کرلو۔ خدا کی قسم! وہ بالکل حق پر ہیں، جس طرح موسیٰ، فرعون اور اس کی افواج پر غالب آئے تھے ٹھیک اسی طرح یہ بھی ان تمام لوگوں پر غالب آئیں گے جو انکے مخالف ہیں۔ (اب حق عمرو بن عاص پر واضح ہو چکا تھا) کہنے لگے! کیا آپ ان کی جانب سے اسلام پر میری بیعت لیں گے؟ چنانچہ نجاشی نے ہاتھ آگے بڑھایا تو انہوں نے اس کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرلی'' (۳۲)

چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور واپس مکہ پلٹ گئے۔ کچھ عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا، تاہم فتح مکہ سے قبل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان فرمایا۔ (۳۳)

اس روایت سے یہ بات بہرحال واضح ہو جاتی ہے کہ حبشہ میں فروغِ اسلام میں مہاجرین کی کوشش کے علاوہ نجاشی اور دیگر حبشی مسلمانوں کے اثر و رسوخ نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہوگا۔ اس لئے یہ کہنا بجا طور پر درست ہے کہ حبشہ میں مسلمانوں کی کل تعداد صرف وہی نہ تھی جو حضرت جعفرؓ کی معیت میں مدینہ حاضر ہوئے بلکہ یہ تعداد یقیناً اس سے کہیں زیادہ ہوگی اور کتنے ہی نو مسلم وہ ہوں گے جو اپنی مجبوریوں کے باعث مدینہ حاضری سے قاصر رہے۔

چنانچہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب 7ھ فتح خیبر کے موقع پر باقی ماندہ مسلمانوں کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو اس وفد میں وہ حبشی مسلمان بھی شامل تھے جو مہاجرین حبشہ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر چکے تھے اور اب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوئے تھے۔ ان حبشی مسلمانوں میں سے بعض کے نام کتب رجال اور سیر کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

حبشی مسلمانوں میں نجاشی کے بیٹے اریحاؓ کے علاوہ اس کے دو بھتیجوں ذو دجنؓ اور ذو مخبرؓ کے نام بھی ملتے ہیں (۳۴) ابنِ اثیر نے حضرت ابرہہؓ کے تذکرہ میں بھی آٹھ حبشی مسلمانوں کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں: بحیراؓ، ابرہہؓ، اشرفؓ، ادریسؓ، ایمنؓ، نافعؓ اور تمیمؓ (۳۵) اس کے علاوہ حضرت تمامؓ، درید الراہبؓ، ذو مہدمؓ ذو مناحبؓ اور عامر الشامیؓ کے نام بھی ملتے ہیں۔ (۳۶)

مکی عہد نبوت میں قبائل عرب کے لئے مبلغین کا تقرر

ابتداء میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی تبلیغی و دعوتی سرگرمیوں کا مرکز زیادہ تر مکہ اور اس کی نواحی بستیاں ہی تھیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ حَوۡلَهَا وَتُنۡذِرَ يَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ۔ (۳۷)

''اور اس طرح ہم نے وحی کے ذریعے عربی زبان میں قرآن اتارا تا کہ آپ اہل مکہ اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والوں کو ڈرائیں اور انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

لیکن جب قریش مکہ کی طرف سے اسلام کی مخالفت میں مسلسل تیزی اور شدت آنے لگی تو آپ ﷺ نے دیگر قبائل عرب کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا فیصلہ کیا۔ دیگر قبائل میں دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بھرپور معاونت کی چنانچہ رسول اللہ ﷺ جس قبیلہ میں بھی دعوت وتبلیغ کے لئے تشریف لے گئے، صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے ہمراہ رہے۔ بالخصوص حضرت صدیق اکبرؓ، زیدؓ بن حارثہ اور علی المرتضیٰؓ آپ ﷺ کے دوش بدوش نظر آتے ہیں۔

عبداللہؓ بن مسعود قبولِ اسلام سے قبل اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے دودھ طلب کیا۔ میں نے عرض کیا: مجھے امانت دار بنایا گیا ہے (یعنی مجھے دینے کا اختیار نہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جو ابھی تک حاملہ نہ ہوئی ہو؟ میں نے ایک ایسی ہی بکری آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو دودھ اتر آیا، آپ ﷺ نے خود دودھ دوہا، خود پیا اور ابوبکرؓ کو بھی پلایا، پھر دوبارہ ہاتھ پھیرا تو دودھ خشک ہوگیا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے بھی یہ چیز سکھادیں۔ آپ ﷺ نے میرے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا:''

يرحمك الله فانك عليم معلم(۳۸)

''اللہ تمہیں اپنی برکتوں سے نوازے۔ تم تعلیم یافتہ نوجوان ہو''۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے باہر کسی دور دراز مقام سے واپس لوٹ

رہے تھے، جہاں آپ ﷺ یقیناً دعوت وتبلیغ کے سلسلہ ہی میں تشریف لے گئے ہوں گے، اور ابو بکرؓ اس دعوتی مشن میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ سفر کی طوالت کے باعث ہی آپ ﷺ نے پیاس کی شدت کے ہاتھوں مجبور ہو کر عبداللہؓ بن مسعود سے دودھ طلب فرمایا ہوگا۔

بعض روایات میں مزید وضاحت ملتی ہے کہ اس نوعیت کی مہمات میں نہ صرف صدیق اکبرؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے بلکہ لوگوں سے آپ ﷺ کا تعارف بھی کرواتے تھے۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے:

اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کو قبائل عرب کو دعوت دینے کا حکم دیا تو رسول اللہ ﷺ دعوت و تبلیغ کے لئے نکل پڑے اور ابو بکر صدیقؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ مختلف قبائل کی قیام گاہوں سے ہوتے ہوئے ہم ایک مجلس میں پہنچے جس پر سکون اور وقار کے آثار نمایاں تھے۔ ابو بکر صدیقؓ آگے بڑھے اور انہیں سلام کیا اور ابو بکرؓ نیکی کے ہر کام میں سبقت کرنے والے تھے۔ ابو بکر صدیقؓ نے ان سے پوچھا: آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم بنی شیبان بن ثعلبہ میں سے ہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا: غالباً آپ لوگ سن چکے ہوں گے کہ یہاں اللہ کے رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ یہی ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ (۳۹)

عبداللہ بن والصبہ العبسی اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: ہم جمرۃ الاولیٰ کے سامنے منیٰ میں خیمہ زن تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور زیدؓ بن حارثہ آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دعوتِ اسلام دی۔ (۴۰)

اسی طرح جس وقت رسول اللہ ﷺ اہل طائف کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت بھی حضرت زیدؓ بن حارثہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ (۴۱)

ان چند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہاں کہیں بھی دعوتی وتبلیغی مشن پر جاتے تو صدیق اکبرؓ اور زیدؓ بن حارثہ کے علاوہ حضرت علیؓ باوجود اپنی طفولیت کے آپ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے۔

مکی دور میں بعض قبائل کی طرف رسول اللہ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کیلئے صحابہ کرامؓ کو روانہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری دعوتی زندگی کا یہ اصول رہا ہے کہ جو شخص بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا، آپ ﷺ

اسے اس کے قبیلے، خاندان اور افرادِ خانہ کے لئے مبلغ مقرر فرمادیتے تھے۔ خصوصاً مکی دور میں اسلام کی جس قدر اشاعت ہوئی اس میں انفرادی دعوت کا کردار بڑا اہم رہا ہے۔

ذیل کی سطور میں ان صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیوں کا حال بیان کیا جارہا ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے قبل اپنے اپنے قبائل میں دعوت و تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا۔

ابوموسیٰ اشعریؓ کا قبولِ اسلام اور دعوتِ اسلام

ابن الاثیر کا بیان ہے کہ ابوموسیٰ الاشعریؓ قدیم الاسلام صحابی تھے جنہوں نے مکہ حاضر ہوکر اسلام قبول کیا (۴۲) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی قوم کے کثیر لوگوں نے ان کے زیرِ اثر اسلام قبول کیا۔ چنانچہ ابوموسیٰ اشعریؓ کا اپنا بیان ہے کہ جب ہمیں یمن میں اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہیں تو میں اپنی قوم کے پچاس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوا تاکہ ہم بارگاہِ رسالت میں شرفِ بازیابی حاصل کریں لیکن سمندری طوفان ہمیں حبشہ لے گیا جہاں سے ہم حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے ہمراہ واپس آئے اور اس وقت خیبر کے سارے قلعے فتح ہو چکے تھے۔ (۴۳)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر قبولِ اسلام کے بعد حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ واپس اپنے قبیلے میں جاکر مسلسل دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے ہوں گے اور آپؓ کی کوششوں سے اسلام قبول کرنے والوں کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف پچاس افراد تو وہ تھے جو مدینہ کے ارادہ سے آپؓ کے ساتھ آئے۔

ضمادؓ ازدی کا قبولِ اسلام اور دعوتِ اسلام

ازدشنوءۃ، عرب کے نامور قبیلوں میں سے ایک مشہور قبیلہ تھا اس کے ایک رئیس ضمادؓ ازدی مکہ مکرمہ آئے وہ ان مریضوں کو دم کرتے تھے جنہیں آسیب یا جنات کی تکلیف ہوتی تھی۔ اسے یہاں کے چند احمقوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتایا کہ انہیں آسیب کی شکایت ہے، وہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں، انہیں غشی کے دورے پڑتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک نئے مذہب کا پروپیگنڈا بھی بڑے زور وشور سے کرتے

ہیں۔جس کی وجہ سے سارے شہر میں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں۔ایسے بیماروں کے لئے تیرا دم بڑا اکسیر ہے۔اگر تم ان کو دم کردو تو تیرے دم سے وہ صحت یاب ہو جائیں گے،اس طرح تمام قوم تیری شکر گزار ہوگی۔انہوں نے دل میں طے کیا کہ اگر میری اس شخص سے ملاقات ہوئی تو میں ضرور اسے دم کروں گا،شائد اللہ تعالیٰ اسے میرے ذریعہ شفایاب کردے۔چنانچہ اس نے ایک روز رسول اللہ ﷺ کو حرم کے صحن میں بیٹھے دیکھا۔وہ حضور ﷺ کے پاس جاکر بیٹھ گئے اور کہنے لگے میرے پاس آسیب کا بڑا مجرب دم ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے میرے دم سے صحت بخش دیتا ہے۔کیا آپ ﷺ کی مرضی ہے کہ میں آپ ﷺ کو دم کروں؟اس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ یوں گویا ہوئے:

”ان الحمد لله،نحمده ونستعينه من يهدى الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له واشهد ان لااله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله“

ضمادؓ یہ کلمات سن کر بے خود ہو گئے اور عرض کی ایک بار پھر دہرایئے۔رسول اللہ ﷺ نے تین بار ان کلمات کو دہرایا۔انہیں سننے کے بعد ضمادؓ کہنے لگے:

لقد سمعت قول الكهنة،وقول السحرة،وقول الشعراء، فما سمعت مثل كلماتك هولآء، هات يدك ابا يعك على الاسلام

”میں نے کاہنوں اور جادوگروں کے اقوال سنے ہیں،شعراء کے اشعار سنے ہیں لیکن میں نے آپ ﷺ کے ان کلمات کی مثل کوئی کلام نہیں سنا۔ہاتھ آگے بڑھایئے تاکہ میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں۔“

رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ اقدس بڑھایا ان سے بیعت لی اور پھر فرمایا:یہ بیعت صرف تمہاری طرف سے نہیں بلکہ تمہاری قوم کی طرف سے بھی ہے۔انہوں نے کہا بیشک یہ بیعت میری قوم کی طرف سے بھی قبول فرمائیں۔(۴۴)

بعد کے دور میں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس کا گزر قومِ ضمادؓ پر ہوا۔امیر لشکر نے پوچھا:

کیا تم میں کسی نے اس قوم سے کچھ لیا ہے؟ ایک آدمی نے کہا! ہاں، میں نے ایک لوٹا لیا ہے۔ امیرِ لشکر نے کہا واپس کر دو، یہ حضرت ضمادؓ کی قوم ہے۔ (۴۵)

اس روایت سے بالجملہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ضمادؓ کی قوم ان کے زیرِ اثر اسلام قبول کر چکی تھی اور یہ چیز صحابہ کرامؓ کے علم میں تھی۔ اس لئے امیرِ لشکر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ چونکہ یہ حضرت ضمادؓ کی قوم ہے جو مسلمان ہو چکی ہے اور مسلمان کا مال لوٹنا جائز نہیں اس لئے ان کا مال واپس کر دیا جائے۔

طفیلؓ بن عمرو کی دعوتِ اسلام

حضرت طفیلؓ بن عمرو الدوسی ہجرت سے قبل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو دل پہلے ہی نورِ ایمان سے لبریز ہو چکا تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد خود ہی عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری قوم میں میری چلتی ہے میں ان کے پاس جا کر ان کو اسلام کی دعوت دوں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی قوم کی طرف مبلغ بنا کر روانہ فرمایا۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے:

> فلما هاجر النبى ﷺ الى المدينة هاجر اليه الطفيلؓ بن عمرو ، وهاجر معه رجل من قومه (۴۶)

> ''جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت طفیلؓ بن عمرو نے بھی اپنی قوم کے ایک مہاجر کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔''

اس روایت سے فی الجملہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اثر سے بعض لوگوں نے اسلام قبول کیا لیکن ابن ہشام اور ابن الاثیر کی روایت ہے کہ حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی خدمتِ اقدس سے پلٹ کر مسلسل اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دیتے رہے یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو انہوں نے بھی قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرانوں کے ساتھ شرفِ ہجرت حاصل کیا اور یہ تمام لوگ ان ہی کے زیرِ اثر مسلمان ہوئے تھے (۴۷) دوس کا وفد بارگاہِ رسالت میں 7ھ میں حاضر ہوا۔ (۴۸)

ابوذر غفاریؓ کی قبیلہ غفار کو دعوت

حضرت ابوذر غفاریؓ فطرتاً نیک سیرت انسان تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر سنی تو بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

فهل انت مبلغ عني قومك؟عسى الله ان ينبعهم بك ويأجرك فيهم(۴۹)

''کیا تم میری طرف سے اپنی قوم کو اسلام کا پیغام پہنچا سکتے ہو؟ شاید تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو نفع دے اور تمہیں اجر و ثواب عطا فرمائے۔''

چنانچہ واپسی پر حضرت ابوذر غفاریؓ نے سب سے پہلے اپنے بھائی انیس کو دعوتِ اسلام دی۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد ماں کو مائل بہ اسلام کیا وہ بھی بخوشی حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئیں۔ پھر آپؓ نے تمام قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔ نصف لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے اور باقی نے بھی ہجرت کے بعد اسلام قبول کرلیا۔ حضرت ابوذرؓ کی دعوتی سرگرمیوں نے دوسرے قبائل کو بھی متاثر کیا چنانچہ قبیلہ غفار کے متصل ہی بنواسلم کا قبیلہ آباد تھا۔ وہ لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جس چیز پر ہمارے بھائی اسلام لائے ہیں اس پر ہم بھی اسلام لاتے ہیں آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

غفار غفرالله لها و اسلم سالمها الله (۵۰)

''اللہ تعالیٰ غفار کی مغفرت کرے اور اسلم کو سلامت رکھے۔''

مصعبؓ بن عمیر کا اہل مدینہ کے لئے بطور مبلغ تقرر

11ھ نبویؐ میں بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد اہلِ مدینہ نے ایک تربیت یافتہ معلم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

ابعث الينا رجلا يفقهنا فى الدين ويقرئنا القرآن(۵۱)

''یارسول اللہ ﷺ) ہمارے ساتھ کسی ایسے آدمی کو بھیجیں جو ہمیں دین سکھائے اور قرآن پڑھائے۔''

چنانچہ ابن اسحاق کی روایت ہے:

فلما انصرف عنه القوم ،بعث رسول اللّه ﷺ معهم مصعبؓ بن عمير وأمره ان يقرئهم القرآن،ويعلّمهم الاسلام،ويفقّهُم فى الدين (۵۲)

''جب انصار بیعت کے بعد واپس پلٹے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعبؓ بن عمیر کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں۔''

سرزمین مدینہ کو دارالہجرت کا شرف حاصل ہونے والا تھا اور یہ ایسی سرزمین تھی جسے جلد ہی مرکزِ اسلام بننا تھا۔ اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ مدینہ کی سرزمین میں دعوت کا کام منظم انداز میں کیا جائے تاکہ ہجرت عامہ کے وقت سرزمینِ مدینہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کیلئے ایک محفوظ اور مضبوط پناہ گاہ کا کام دے سکے۔ چنانچہ جب انصار مدینہ نے ایک معلم ہمراہ بھیجنے کی درخواست کی تو رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ انتخاب حضرت مصعبؓ بن عمیر پر پڑی جو ہجرت حبشہ کے کٹھن مراحل سے گزر کر کندن بن چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ان جانثاروں میں سے تھے جو اسلام کی خاطر ہر مصیبت کا سامنا بڑی خندہ پیشانی سے کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ نیز رسول اکرم ﷺ کو ان کے متعلق یہ اعتماد بھی تھا کہ وہ دعوت کے ہر اسلوب سے واقفیت رکھنے والوں میں سے ہیں اور مخاطب کو متاثر کرنے کا ہر ڈھنگ جانتے ہیں۔

مصعبؓ بن عمیر کی دعوتی سرگرمیاں / اسلوبِ دعوت

حضرت مصعبؓ بن عمیر مدینہ پہنچ کر حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہو گئے اور گھر گھر پھر کر تعلیمِ قرآن اور اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے اس طرح رفتہ رفتہ جب کلمہ گو لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تو نماز اور تلاوت قرآن کیلئے ان کو کبھی حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر

کے ہاں جمع کیا کرتے۔ ایک روز مصعبؓ بن عمیر حسب معمول بنی ظفر کے ہاں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ نے اپنے رفیق اسید بن حضیر سے کہا کہ اس داعیٔ اسلام کو اپنے محلّہ سے نکال دو جو یہاں آ کر ہمارے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اگر اسعدؓ بن زرارہ سے مجھ کو رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا (سعدؓ بن معاذ حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے) تو میں تم کو اس کی تکلیف نہ دیتا۔ یہ سن کر اسیدؓ بن حضیر نے نیزہ اٹھایا اور حضرت مصعبؓ بن عمیر اور اسعدؓ بن زرارہ کے پاس آ کر ان کو خوب گالیاں دیں اور پھر انتہائی درشت لہجہ میں کہا:

> ''تمہیں یہاں آنے کی کیسے جرأت ہوئی؟ تم ہمارے کمزور اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرتے ہو اگر تم کو اپنی جانیں عزیز ہیں تو یہاں سے چلے جاؤ۔''

اس قدر ناروا اور درشت گفتگو کے باوجود حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بڑی نرمی سے فرمایا:

> ''آپ تشریف تو رکھیں اور ہماری بات سنیں۔ اگر کوئی بات معقول اور آپ کی مرضی کے مطابق ہو تو قبول کر لیجئے گا اور اگر ہماری بات آپ کو پسند نہ آئے تو ہم خود یہاں سے چلے جائیں گے۔''

اسیدؓ بن حضیر نے کہا: تم نے انصاف کی بات کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور ان کی بات کو غور سے سننے لگے۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں اور پھر اسلام کے عقائد و محاسن کو اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ تھوڑی ہی دیر میں اسید بن حضیر کا دل نورِ ایمان سے چمک اٹھا اور بے تاب ہو کر کہنے لگے! کیسا اچھا مذہب ہے اور کیسی بہتر ہدایت ہے۔ اس مذہب میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت مصعبؓ نے فرمایا:

> ''غسل کیجئے، پاک صاف ہو جایئے، کپڑے بھی پاک صاف کر لیجئے اور اس کے بعد حق کی گواہی دیجئے اور نماز ادا کیجئے۔''

چنانچہ اسیدؓ کھڑے ہو گئے غسل کیا، کپڑے پاک کئے، کلمہ توحید پڑھا اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر کہنے لگے میرے پیچھے ایک شخص ہے اگر اس نے بھی تمہاری پیروی کر لی تو اس کے بعد اس کی قوم سے کوئی فرد

اسلام سے باہر نہ رہے گا۔ میں ابھی اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں، وہ سعد بن معاذ ہے۔ پھر اپنا نیزہ لیا اور سعد اور ان کی قوم کی جانب واپس گئے۔ وہ لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب سعد بن معاذ نے انہیں آتے دیکھا تو کہا! میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اسیدؓ جس حالت میں گیا تھا اس سے بالکل جدا حالت میں واپس آرہا ہے، جب وہ آکر مجلس میں کھڑے ہوگئے تو سعد نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: ان دونوں سے گفتگو کی۔ واللہ مجھے ان دونوں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا اور میں نے انہیں منع بھی کردیا ہے اور دونوں نے اقرار کیا ہے کہ جیسا تم پسند کرو ہم ویسا ہی کریں گے۔ البتہ مجھے خبر ملی ہے کہ بنی حارثہ، اسعدؓ بن زرارہ کو قتل کرکے تمہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے۔ چنانچہ سعد بن معاذ غصے سے بھرے ہوئے بڑی تیزی سے اٹھے کہ کہیں بنی حارثہ ان کو واقعتاً قتل ہی نہ کردیں پھر ان کے ہاتھ سے نیزہ لیا اور تیزی سے ان دونوں کی طرف گئے۔ سعد بن معاذ نے دیکھا کہ وہاں حالات بالکل ٹھیک ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ اسیدؓ نے یہ حیلہ فقط اس لئے کیا ہے تاکہ مجھے ان لوگوں کی باتیں سنوائی جائیں۔ چنانچہ انہوں نے جاتے ہی ان کو گالیاں دینا شروع کردیں اور اسعدؓ بن زرارہ سے کہا:

''اے ابوامامہؓ! سنو! اگر تمہارے اور میرے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تمہیں یہ جرأت قطعاً نہ ہوتی کہ تم ہمارے محلّہ میں آکر ایسی باتیں کرتے جنہیں ہم ناپسند کرتے ہیں۔''

حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ان کی گفتگو اور گالی گلوچ کو بڑے تحمل کے ساتھ سنا اور بڑی نرمی سے کہا: کیا آپ تشریف رکھ کر ہماری کچھ بات بھی سنیں گے؟ اگر کوئی بات آپ کی مرضی کے مطابق ہو اور آپ کو پسند آئے تو اسے قبول کرلیجئے گا اور اگر اسے ناپسند کریں تو ناپسندیدہ بات کو آپ سے دور کردیا جائے گا۔ سعد بن معاذ نے کہا: تم نے انصاف کی بات کہی۔ اس کے بعد اپنا نیزہ گاڑ کر ان کے پاس بیٹھ گئے پھر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا اور اسلام کا نقشہ کچھ اس انداز میں پیش کیا کہ وہ فوراً ہی مسلمان ہوگئے اور جوش میں بھرے ہوئے اپنے قبیلہ اور قوم کی طرف آئے۔ حضرت اسیدؓ بن حضیر بھی ان کے ساتھ ہوگئے۔

جب ان کی قوم بنی عبدالاشہل نے انہیں آتے دیکھا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم سعدؓ بن معاذ بالکل مختلف انداز میں تمہاری طرف لوٹ رہے ہیں۔ جب وہ قوم کے پاس آکر کھڑے ہوگئے تو کہا: اے بنی

عبدالاشہل ! تم اپنے درمیان مجھے کیا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا! آپ ہمارے سردار، ہم سب سے زیادہ خویش پرور، بہترین رائے والے اور بڑی عقل والے ہیں، انہوں نے کہا! تو تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لاؤ اور پھر شام ہونے سے پہلے پہلے قبیلہ بنی عبدالاشہل نے حضرت سعدؓ بن معاذ کے زیرِ اثر اسلام قبول کرلیا۔ (۵۳)

حضرت مصعبؓ بن عمیر کا رسول اللہ ﷺ سے مسلسل رابطہ تھا اور آپؓ نبوی ہدایت کے مطابق ہی تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیتے تھے چنانچہ ایک دن ان کو رسول اللہ ﷺ کا خط موصول ہوا کہ وہ یہود کے ہفتہ وار اجتماع کے مقابلے میں جمعہ کے دن زوال کے بعد مسلمانوں کو جمع کریں اور ان کو دو رکعت نماز پڑھائیں۔

امابعد ! فانظر اليوم الذى تجهر فيه اليهود بالزبور لسبتهم ، فاجمعوا نساء كم، وابناء كم فاذا مال النهار عن شطره عند الزوال من يوم الجمعة فتقرّبواالى الله بركعتين (۵۴)

حضرت مصعبؓ بن عمیر کو رسول اللہ ﷺ نے 11ء نبوی میں بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد اہلِ مدینہ کے ہمراہ دعوت و تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر مدینہ میں کم وبیش ایک سال تک مقیم رہے اور اگلے سال 12ء نبوی میں بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر بہتر انصار صحابہ کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ آئے۔ اس دوران آپؓ نے مدینہ میں دعوت و تبلیغ کا کام اتنے احسن انداز میں کیا کہ اوس وخزرج کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور ہر طرف اسلام اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہونے لگا۔ مختصر وقت میں دعوت کے میدان میں اتنی بڑی اور اہم کامیابی کی بڑی وجہ وہ اسلوبِ دعوت ہے جس کی بناء پر آپ نے اہلِ مدینہ کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ ذیل کی سطور میں آپؓ کے اسلوبِ دعوت کے اہم نکات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جارہا ہے۔

1- حضرت مصعبؓ بن عمیر اسلام کی دعوت لے کر خود کوچہ کوچہ اور گلی گلی گئے اور یہ انتظار نہیں فرمایا کہ لوگ خود چل کر ان کے پاس آئیں۔ بلکہ آپؓ مختلف محلوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے۔

2- آپؓ نے دعوت و تبلیغ کا کام محض اللہ و رسول ﷺ کی رضا کی خاطر کیا۔ آپؓ کے اس خلوص اور للّٰہیت کی بنا پر بھی لوگ متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے۔

3- حضرت مصعبؓ بن عمیر کے طریق دعوت کی ایک اہم خصوصیت دعوت بالقرآن بھی ہے۔جیسا کہ آپؓ نے اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ، کے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی تو دونوں حضرات قرآن کی تعلیمات اور اس کے اسلوبِ بیان سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔اسیدؓ بن حضیر نے قرآن سنا تو بول اٹھے! کیسا اچھا مذہب ہے اور کیسی بہتر ہدایت ہے۔

4- اگر مخاطب سے ایسے انداز میں بات کی جائے جو براہِ راست دل اور عقل کو متاثر کرنے والی ہو تو داعی کے لئے اپنا کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔جیسا کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ کی دھمکیوں اور گالیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی معقول اور متاثر کرنے والی بات کہی، یعنی ان سے فرمایا: آپ تشریف رکھیں اور ہماری بات سنیں اگر کوئی بات معقول اور آپ کی پسند کے مطابق ہو تو قبول کر لیجئے گا اور اگر ہماری بات آپ کو پسند نہ آئے تو ہم خود یہاں سے چلے جائیں گے"۔آپؓ نے اس انداز سے درحقیقت اپنے مخاطبین کی عقل اور دل کو متاثر کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی عملی زندگی میں قوتِ محرکہ اس کا دل اور عقل ہی ہے۔لہذا اگر داعی دل اور عقل کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو وہ یقینی طور پر اپنے مخاطب کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔چنانچہ جب حضرت مصعبؓ بن عمیر نے یہ بات کہی تو دونوں سرداروں کا ایک ہی جواب تھا! "تم نے انصاف کی بات کہی ہے۔" چنانچہ اس کے بعد دونوں وہاں سے اسلام قبول کر کے ہی اٹھے۔

5- حضرت مصعبؓ بن عمیر نے دعوت وتبلیغ میں نرمی اور تحمل مزاجی کے اسلوب کو اختیار فرمایا۔جس کی بناء پر اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ جیسے درشت مزاج لوگوں کو بھی حلقہ بگوش اسلام کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور اس کے نتیجہ میں بالآخر سعدؓ بن معاذ نے اپنے پورے قبیلے کو بھی مسلمان بنالیا۔

قبل از ہجرت مدینہ میں نقباء اور انصار صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیاں

دعوت وتبلیغ کے حوالے سے مکی اور مدنی دور ایک دوسرے سے مربوط نظر آتے ہیں۔مکی دور کے آخری ایام میں، کفار مکہ کی طرف سے مخالفت اور عداوت اس قدر بڑھ گئی کہ اب آپ ﷺ کیلئے اور آپ ﷺ

کے صحابہ کے لئے مکہ مکرمہ میں رہنا اور دعوت وتبلیغ کے کام کو جاری رکھنا ناممکن ہوگیا۔علاوہ ازیں تیرہ سالہ مکی دور سے حاصل شدہ کامیابیوں کو کسی منطقی انجام سے ہمکنار کرنے کے لئے اسلام کو ایک مرکز کی اشد ضرورت تھی جہاں مسلمان اسلام کو ایک ضابطۂ حیات کے طور پر اپنا سکیں۔

انصار میں اسلام کی ابتداء

جس کی بظاہر یہ صورت پیدا ہوئی کہ 10 نبوی کے موسم حج میں جب رسول اللہ ﷺ مختلف قبیلوں کی خیمہ گاہوں پر دعوت وتبلیغ کی غرض سے تشریف لے جارہے تھے تو آپ ﷺ کا گزر یثرب (مدینہ) سے آئے ہوئے بنوخزرج کے چھ خوش نصیب افراد پر بھی ہوا۔آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی، قرآن سنایا اور انہیں ایمان لانے کے فوائد سے آگاہ کیا۔ان لوگوں نے یثرب کے یہود سے نبی آخرالزماں ﷺ کے متعلق سن رکھا تھا۔اس لئے انہوں نے دیکھتے ہی آپ ﷺ کو پہچان لیا اور ایمان لے آئے۔اس وفد میں اسعدؓ بن زرارہ، عوفؓ بن الحارث، رافعؓ بن مالک بن عجلان، قطبہؓ بن عامر عقبہ بن عامر اور جابرؓ بن عبداللہ بن رباب تھے۔(۵۵)

قبولِ اسلام کے بعد ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس وعدہ کے ساتھ اجازت لی کہ اگلے سال پھر اسی موسم میں اسی مقام پر ملیں گے، نیز آپ ﷺ کی دعوت کو آگے پہنچائیں گے۔ابنِ ہشام کا بیان ہے:

> فلما قدموا المدينه الى قومهم ذكروا لهم رسول الله ﷺ ودعوهم الى الاسلام حتى فشافيهم ،فلم يبق دار من دور الانصار الا وفيها ذكر من رسول الله ﷺ (٥٦)

> ''جب یہ لوگ اپنی قوم کے پاس مدینہ پہنچے، تو ان سے رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ یہاں تک کہ ان میں بھی اسلام پھیل گیا اور انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ رہا، جس میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ نہ ہو رہا ہو۔''

بیعتِ عقبہ اولیٰ 11 ء نبوی

آئندہ سال یہ لوگ حسبِ وعدہ مزید چھ افراد معاذؓ بن حارث بن رفاعہ، ذکوانؓ بن قیس، عبادہؓ بن صامت، یزیدؓ بن ثعلبہ، عباسؓ بن فضلہ اور عویمؓ بن ساعدہ کے ساتھ آئے رات کے وقت رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔ حضرت عبادہؓ بن صامت کا بیان ہے:

''میں ان لوگوں میں سے تھا جو بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقع پر حاضر تھے، ہم بارہ آدمی تھے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عورتوں جیسی بیعت کی یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، زنا نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے، اور جھوٹا الزام نہیں لگائیں گے۔ اور آپ ﷺ کی نیکی کے کاموں میں مخالفت اور نافرمانی نہ کریں گے۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر تم نے بددیانتی کی تو تمہارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر چاہے تو تمہیں سزا دے اور اگر چاہے تو معاف فرمادے۔'' (۵۷)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ وہاں سے واپس ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعبؓ بن عمیر کو بھیجا اور انہیں حکم دیا:

''ان لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اسی لئے مصعبؓ بن عمیر کا نام ''مقری المدینۃ'' پڑ گیا تھا''۔ (۵۸)

ابن قیم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مصعبؓ بن عمیر کے ساتھ ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کو بھی بھیجا یہ دونوں ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ کے ہاں ٹھہرے۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اسیدؓ بن حضیر اور سعدؓ بن معاذ بھی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے (۵۹) چنانچہ سعدؓ بن معاذ کے اثر سے بنی عبدالاشہل اور اسیدؓ بن حضیر کے اثر سے تمام قبیلہ اوس نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے:

اول من قدم علينا مصعبؓ بن عمیروابن ام مکتومؓ وکانوا یقرؤن الناس۔(۶۰)

''سب سے اول جو ہمارے پاس آئے وہ مصعبؓ بن عمیر اور ابن ام مکتومؓ تھے یہ دونوں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔''

جب مدینہ میں اسلام پوری طرح پھیل گیا تو حضرت مصعبؓ بن عمیر واپس مکہ تشریف لے آئے۔

بیعت عقبہ ثانیہ 12 نبوی

اگلے سال بہتر انصاری مسلمان موسم حج میں مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے بمقام عقبہ چھپ کر ملاقات کی۔آپ ﷺ نے اس گروہ میں سے بارہ افراد کا بطور نقیب انتخاب فرمایا جن کے نام خود انصار نے پیش کئے تھے۔ان میں نو کا تعلق قبیلہ خزرج اور تین کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ناموں کی تفصیل یہ ہے۔ (قبیلہ خزرج سے)اسعدؓ بن زرارہ،سعدؓ بن ربیع،عبداللہؓ بن رواحہ،رافعؓ بن مالک، براءؓ بن معرور،عبداللہؓ بن عمرو بن حرام،عبادہؓ بن الصامت،سعدؓ بن عبادہ،المنذرؓ بن عمرو بن خنیس (قبیلہ اوس سے)اسیدؓ بن حضیر،سعدؓ بن خثیمہ(۶۱) اور رفاعہؓ بن عبدالمنذر۔ (۶۲)

رسول اللہ ﷺ نے نقباء کو مقرر کرتے وقت اپنے قبائل میں ان کے اثر ورسوخ اور مقام ومرتبہ کو پیش نظر رکھا اس کے علاوہ یہ افراد اپنے ذاتی خصائل اور تقدم ایمانی کی وجہ سے بھی یقینی طور پر اس ذمہ داری کے اہل تھے۔حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے بیعت عقبہ ثانیہ میں انصار کے نمائندہ افراد سے یہ عہد لیا۔

تبا یعونی علی السمع والطاعة فی النشاط والکسل ، وعلی النفقة فی العسر والیسر، و علی الامربالمعروف والنهی عن المنکر، وعلی ان تقولوا فی الله لا تأخذکم فیه لومة لائم،وعلی ان تنصرونی اذا قدمت یثرب،فتمنعونی مما تمنعون منه انفسکم وازواجکم ابنائکم ولکم الجنة۔(۶۳)

''تم چستی اور سستی ہر حال میں میری بات سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرو، اور تنگی اور خوشحالی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر، اور نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے پر، اور اس بات پر کہ حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرو گے، اور اس بات پر کہ جب میں یثرب آؤں تو تم میری مدد کرو گے اور تم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی جانوں، بیویوں اور اولاد کی حفاظت کرتے ہو۔ اس کے بدلے میں تمہارے لئے جنت ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ان تمام پر حضرت اسعدؓ بن زرارہ کو جو قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھے، ''نقیب النقباء'' (٦٤) مقرر فرمایا۔ (٦٥)

جہاں تک ان نقباء کے فرائض کا تعلق ہے، رسول اللہ ﷺ نے بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر نقیبوں کو ان کے فرائض سے اس طرح آگاہ فرمایا:

انتم علی قومکم بما فیهم کفلاء ککفالة الحواریین لعیسیٰ بن مریم، وانا کفیل علی قومی، قالوا! نعم (٦٦)

''تم اپنی قوم کے معاملات کے اس طرح ذمہ دار ہو جس طرح عیسیٰ بن مریم کے حواری ذمہ دار تھے اور میں بھی اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں، لوگوں نے اقرار کیا کہ ٹھیک ہے۔''

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے معاشرتی اور سیاسی معاملات کی ذمہ داریاں ان نقیبوں کو سونپی گئی تھیں۔ لیکن سب سے اہم فریضہ جو یہ نقباء انجام دیتے تھے، وہ تربیت اور تہذیب نفس کا فریضہ تھا۔ یہ لوگ اپنے حلقہ اثر میں لوگوں کی اخلاقی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لئے بھرپور جدوجہد کرتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ، جو ان بارہ نقیبوں میں سے ہی ایک تھے، کی تربیتی مجلس مؤرخین کے ہاں مجالس ایمان کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت ابودرداؓء فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے انداز تربیت کو کبھی نہیں بھول سکتا، وہ جب مجھے ملتے تو بہت شفقت کے ساتھ میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرماتے:

يا عويمرؓ! اجلس فلنؤمن ساعة فنذكرالله ماشاء ثم يقول :يا عويمرؓ! هذه مجالس الايمان (٦٧)

''میرے عزیز عویمرؓ! آ ؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر ایمان تازہ کریں، پس ہم اللہ کا ذکر کرتے پھر وہ فرماتے: اے عویمرؓ! یہ ایمان کی مجالس ہیں''۔

حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے اپنے آپ کو دعوت وتبلیغ کے لئے وقف کر دیا انہوں نے مدینہ منورہ میں اشاعت سلام اور دعوت وارشاد کا کام بڑی جدوجہد، انتہائی خلوص اور جذبہ کے ساتھ کیا، انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مدینہ منورہ میں اسلام بہت تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔ ابن ہشام کی روایت ہے کہ مدینہ میں جمعہ کا اہتمام بھی انہیں کے زیر نگرانی تھا اور وہی اس کے بانیوں میں سے تھے۔ (٦٨)

رافعؓ بن مالک بن عجلان بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ میں شامل تھے۔ یہ ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ ہی میں رہتے تھے یہ پہلے شخص تھے جو مدینہ میں سورہ یوسف لے کر آئے جب سورہ طٰہٰ نازل ہوئی تو انہوں نے اس سورت کو لکھا اور مدینہ لے آئے اور پھر بنی زریق کو اس کی تعلیم دی۔ (٦٩)

ابنِ اثیر انصار کی ہمہ گیر اور بھر پور دعوتی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلما قدموا المدينة ذكروا لقومهم الاسلام و دعوهم اليه ففشافيهم فلم تبق دار من دورالانصار الا وفيها ذكر من رسول الله ﷺ (٧٠)

''جب وہ واپس مدینہ پلٹے تو اپنی قوم سے اسلام کا تذکرہ کیا اور ان کو اسلام کی طرف بلایا پس ان میں اسلام اس طرح پھیل گیا کہ انصار کے گھرانوں میں سے کوئی ایسا گھر نہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر نہ ہو۔''

بیعت عقبہ سے پلٹنے والے انصارِ مدینہ نے دعوت کے کام کو بڑی عمدگی سے انجام دیا چنانچہ ان کی ہمہ گیر کوششوں کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ بہت جلد مدینہ کے ہر گھر میں رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ خیر ہونے لگا نقباءِ انصار اور دیگر مسلمانوں نے بھی فروغِ دعوت میں بھر پور حصہ لیا۔ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے حالات کے مطابق مختلف اسالیب دعوت اختیار کئے۔

ابن ہشام نے حضرت معاذؓ بن عمرو، جو کہ خود بیعتِ عقبہ میں شامل تھے، کی دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک دلچسپ واقعہ کا ذکر کیا ہے، حضرت معاذؓ بن عمرو کے والد عمرو بن الجموع بنوسلمہ کے سردار تھے اور بت پرستی کے مرض میں مبتلاء تھے۔ عرب میں چونکہ شرک کا اصلی مظہر بت ہی تھے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ نے قبولِ اسلام کے بعد سب سے پہلے راہِ توحید سے اسی سنگ گراں کو دور کیا۔

عرب میں دستور تھا کہ سردارانِ قبائل خاص اپنے لئے بت بناتے تھے اور ان کو گھروں میں رکھتے تھے چنانچہ اسی روایت کے مطابق عمرو بن الجموع نے لکڑی کا ایک بت بنوا کر گھر میں رکھا ہوا تھا۔ جب نوجوانانِ بنوسلمہ یعنی حضرت معاذؓ بن جبل اور معاذؓ بن عمرو بن الجموع نے اسلام قبول کیا تو ان دونوں حضرات نے فیصلہ کیا کہ ایسا انداز اختیار کیا جائے کہ نہ صرف عمروؓ بن الجموع بلکہ تمام لوگوں پر بتوں کی بے بسی اور کمزوری عیاں ہو جائے۔

چنانچہ یہ لوگ رات کے وقت خفیہ طور پر آئے اور اس بت کو اٹھا کر بنی سلمہ کے ایسے گڑھے میں پھینک آئے جس میں لوگ گندگی وغیرہ پھینکتے تھے۔ عمرو بن الجموع صبح اٹھے، بت کو وہاں نہ پایا س تو اس کی تلاش میں نکلے۔ اسے گندگی کے ایک ڈھیر پر پایا تو دھو کر اور پاک وصاف کر کے خوشبو لگا کر یہ کہتے ہوئے اس کو اسی جگہ پر رکھ دیا کہ واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کس نے تجھ سے ایسا کیا ہے تو میں اسے ضرور ذلیل کروں گا۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو ان پرجوش نوجوانوں نے بت کے ساتھ وہی سلوک دوبارہ کیا۔ اسی طرح جب یہ واقعہ پے در پے ہوا تو ایک دن عمرو بن الجموع نے بت کے گلے میں تلوار لٹکا دی اور کہا:

> ''واللہ! میں نہیں جانتا کہ کون تجھ سے یہ معاملہ کر رہا ہے اور تو بھی اسے دیکھ رہا ہے، اگر تجھ میں طاقت ہے تو خود اپنی حفاظت کر لے یہ تلوار بھی تیرے ساتھ ہے۔''

رات کو یہ لوگ حسبِ معمول آئے اور بت کو تلوار سمیت ایک مردہ کتے کے ساتھ باندھ کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ صبح عمرو بن الجموع نے بت کو اس بری حالت میں دیکھا، اور ان کی قوم کے وہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے، انہوں نے بھی ان کو سمجھایا، ان پر حقیقت آشکارا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (۷۱)

اگرچہ مکی دور میں صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیوں کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ تاہم ان منتشر معلومات سے اس قدر ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی دعوت و تبلیغ میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ رہے اور انہوں نے موقع و محل کی مناسبت سے لوگوں کے سامنے تعلیمات اسلام کو پیش کیا۔ صحابہ کرامؓ نے نبوی ہدایت کے مطابق اپنے اپنے خاندان اور اہل خانہ میں دعوت کا پیغام پہنچایا۔ چنانچہ عمار بن یاسر کی دعوت پر ان کے تمام گھر والے ایمان لے آئے۔ اسی طرح مصعبؓ بن عمیر کی والدہ ارویٰؓ بنت عبد المطلب اور صدیق اکبرؓ کی والدہ ام الخیرؓ کا اپنے صاحبزادوں کی دعوت پر اسلام قبول کرنا اس طریق دعوت کی کامیابی کی واضح مثالیں ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ اپنے ذاتی کردار، اثر ورسوخ اور محاسن کی وجہ سے لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے محاسن اور اثر ورسوخ سے تقریباً پچاس سے زائد صحابہؓ نے مکی دور میں اسلام قبول کیا۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے نومسلم صحابہ کرامؓ کو اپنے اپنے قبائل کی طرف مبلغ بنا کر روانہ فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کی کوششوں سے اسلام سرزمین مکہ تک محدود نہ رہا بلکہ بہت جلد جزیرہ نمائے عرب کے مختلف علاقوں میں پھیل گیا۔ اگرچہ مکی دور میں صحابہ کرام کی دعوتی کوششیں پردہ اخفاء میں ہیں تاہم دعوت دین کے اس مشکل ترین دور میں اسلام کی ہمہ گیر اشاعت اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ نے اپنی اپنی سطح پر دعوت کا کام بھرپور طریقے سے کیا اور دعوت دین میں ایسے اسالیب اور مناہج اختیار کیے کہ اسلام کا پیغام دور دراز قبائل اور ممالک تک پھیل گیا۔

"بہرحال مختصراً عرب کے یہ معاشرتی اور مذہبی حالات تھے، جن میں، اگر ہمیں والٹیئر کی زبان کے استعمال کی اجازت دی جائے، عرب کا رخ بدل گیا، انقلاب آ گیا۔ انقلاب بھی کیا؟ ایسا انقلاب کہ آج تک کسی سرزمین پر نہیں آیا، مکمل ترین، اچانک ترین اور سرتاسر غیر معمولی انقلاب۔"

(باسورتھ اسمتھ)

حواشی وتعلیقات

۱۔ ابن اثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الجزری (۵۵۵۔۶۳۰ھ)

''اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ''، تذکرہ عبداللہ بن عثمان ابوبکر الصدیقؓ، ۳/ ۲۰۶، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، س۔ن، مجلّات: ۵

۲۔ اسد الغابہ، تذکرہ عثمانؓ بن عفان، ۳/۳۷۶

ابنِ حجر، ابوالحسن احمد بن علی، ''الاصابہ فی تمییز الصحابۃ''، تذکرہ عبداللہ بن عثمان ابوبکر الصدیقؓ، ۳۴۲/۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1328ھ

۳۔ ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک (م۲۱۸ھ)

ابن ھشام، اسلام ابی بکر الصدیقؓ، ۱/۲۸۶، ۲۸۷، ''**السیرۃ النبویۃ**''، داراحیاء التراث العربی، لبنان، ۱۹۹۵ء، مجلّات: ۴

۴۔ ابن ھشام، ذکر من اسلم من الصحابۃ بدعوۃ ابی بکرؓ، ۱/۲۸۷۔۲۹۷

۵۔ اسد الغابہ، تذکرہ ام شریکؓ الدوسیہ، ۵/۵۹۴

۶۔ ایضاً، تذکرہ فاطمہ بنت الخطابؓ، ۵/۵۱۹

۷۔ الموطا، کتاب النکاح، باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجۃ قبلہ، ح: ۶۲۰، ص: ۳۴۲

۸۔ الاصابہ، تذکرہ ام سلیمؓ بنت ملحان، ۴/۴۶۱

اسد الغابہ، تذکرہ زیدؓ بن سہل، ۲/۲۳۲

۹۔ ابن ھشام، ۲/۱۴/۷

۱۰۔ الحجر، ۱۵: ۹۴

۱۱۔ ابن کثیر، ابوالفدا اسماعیل ابن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ)

''**البدایۃ والنھایۃ**''، ۳/۲۹، ۳۰، المکتبۃ القدوسیہ، لاہور، ۱۹۸۴ء، مجلّات: ۱۴

الاصابہ، تذکرہ ام الخیرؓ بنت صخر، ۴/۴۴۷

اسد الغابہ، تذکرہ ام الخیرؓ بنت صخر، ۵/۵۸۰

۱۲۔ ابن ھشام، اول من جھر بالقرآن، ۱/۳۵۱، ۳۵۲

اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہؓ بن مسعود، ۳/ ۲۵۶، ۲۵۷

۱۳۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصہ اسلام ابی ذرؓ الغفاری، ح: ۳۵۲۲، ص: ۵۹۲

ایضاً کتاب مناقب الانصار، باب اسلام ابی ذرؓ الغفاری، ح: ۳۸۶۱، ص: ۶۴۸

۱۴۔ لبیدؓ بن ربیعہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ قبول اسلام کے بعد انہوں نے شعر کہنا ترک کر دیا۔ ایک روز حضرت عمر فاروقؓ نے لبیدؓ بن ربیعہ سے کہا: مجھے اپنے اشعار سناؤ تو انہوں نے کہا کہ میں کوئی شعر نہ کہوں گا اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی تعلیم کر دی ہے۔ حضرت لبیدؓ بن ربیعہ نے ایک سو چالیس سال کی عمر میں امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں انتقال فرمایا۔ (i)

(i) اسد الغابہ، تذکرہ لبیدؓ بن ربیعہ، ۲۶۲/۴

۱۵۔ اسد الغابہ، تذکرہ عثمانؓ بن مظعون، ۳۸۶/۳

۱۶۔ حبش عرب کے جنوب میں واقع ہے حبش عربی نام ہے۔ یونانی میں اسے ایتھوپیا (Ethiopia) کہتے ہیں۔ دنیا کے موجودہ نقشے میں یہ اے۔ بی سینا کے نام سے موسوم ہے۔ حبشی زبان میں بادشاہ کو نجوس (negus) کہتے ہیں۔ نجاشی اسی لفظِ نجوس سے معرب ہے۔ (i) بعثت نبوی ﷺ کے زمانے میں حبشہ کے تخت پر اصحمہ نامی بادشاہ متمکن تھا۔ نجاشی نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ جب نجاشی کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ (ii) نجاشی کا خاندان چوتھی صدی عیسوی سے حبش پر حکمران تھا۔ یہ خاندان پہلے بت پرست تھا رومی شہنشاہیت نے مصر کے ذریعہ یہاں عیسائیت کی بنیاد رکھی۔ اسکندریہ کے ایک بشپ نے یہاں اپنے مشن کا ایک مرکز قائم کیا اور پھر رفتہ رفتہ پورے ملک میں عیسائیت پھیل گئی۔ (iii)

(i) سیرۃ النبی ﷺ، ۱۵۵/۱

(ii) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشی، ح: ۳۸۷۷، ص: ۶۵۱

(iii) ڈبلیو، پی، ہیرس، پادری، "**تواریخ مسیحی کلیسا**" کرسچین نالج سوسائٹی، لاہور، ص: ۲۶۸، ۱۹۲۵ء

۱۷۔ ابن ھشام، ذکر الہجرۃ الاولی الی ارض الحبشہ، ۳۵۸/۱

۱۸۔ زاد المعاد، ۲۳/۳

۱۹۔ شبلی نعمانی، علامہ (۱۸۵۷۔۱۹۱۴ء)

سیرۃ النبی ﷺ، ۱۴۹/۱، ۱۵۰، الفیصل، ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور، مجلّات: ۴

۲۰۔ زاد المعاد، ۲۳/۳

۲۱۔ صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ الحبشہ، ح: ۳۸۷۶، ص: ۶۵۱

الحاکم، ابوعبداللہ (م ۴۰۵ھ)

"**المستدرک علی الصحیحین**"، مناکب ابی موسیٰؓ الاشعری، ۴۶۴/۳، اسد الغابہ، تذکرہ ابوموسیٰؓ الاشعری ۳۰۸/۵، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، مجلّات: ۴

۲۲۔ ابنِ قیم الجوزیہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، ''زاد المعاد''، ۲۶/۳، موسس الرسالۃ، بیروت، 1979ء

۲۳۔ ابن ھشام ارسال قریش الی حبشۃ فی طلب المہاجرین الیھا، ۳۷۳/۱۔

المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح: ۱۷۴۲، ۱/ ۳۳۳

۲۴۔ ابن ھشام، ارسال الی الحبشہ فی طلب المہاجرین الیھا، ۳۷۳/۱۔

المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، خ: ۱۷۴۲، ۱/ ۳۳۲۔۳۳۴

۲۵۔ ابنِ ہشام، ارسال قریش الی الحبشۃ فی طلب المهاجرين اليها، ۳۷۳/۱

المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح: ۱۷۴۲، ۱/ ۳۳۴

۲۶۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق نجاشی نے اسلامی نقطۂ نظر کو جو پزیرائی بخشی ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے:

''نجاشی فرقۂ طبیعت واحد کا (یعنی مانو فرائٹ) عیسائی تھا۔ اور ان دنوں اس فرقے اور یونان کے عیسائیوں میں بڑے سخت اختلافات تھے، آخر الذکر اس بات کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰؑ میں بوقت واحد دو طبیعتیں تھیں، انسانی اور خدائی بھی۔ ابرہہ جو (یمن میں) نجاشی کا نائب تھا۔ حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ نہیں مانتا تھا بلکہ صرف مسیح اللہ۔ غالباً نجاشی کے بھی یہی عقائد ہوں گے۔ اور یہ مسلمانوں کے عقائد کے بہت مماثل ہیں''۔ (i)

۲۷۔ یہ تمام واقعات، سیرت ابنِ ہشام اور مسندِ احمد میں موجود ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور ابنِ ہشام کا سلسلہ سند بھی ایک ہے۔ محمد بن اسحاق، زہری، ابوبکر بن عبد الرحمٰنؒ بن الحرث بن ہشام مخزومی، ام سلمہؓ۔ یہ سب ثقہ راوی ہیں اور سب سے آخری راوی ام المومنین حضرت ام سلمہؓ ہیں جو خود اس واقعہ میں شریک تھیں اور اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں نہیں آئیں تھیں بلکہ اپنے پہلے شوہر ابوسلمہؓ بن عبد الاسد کے ساتھ حبشہ ہجرت کر کے گئی تھیں۔ (ii)

(i) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، ''رسول اکرم ؐ کی سیاسی زندگی'' دار الاشاعت کراچی، 1987ء، ص 127

(ii) ابنِ ہشام، ارسال قریش الی الحبشہ فی طلب المہاجرین، ۱/ ۳۷۳۔۳۷۵

المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح: ۱۷۴۲، ۱/ ۳۳۲۔۳۳۴

۲۸۔ ابنِ ہشام، ۴۱۸/۱

۲۹۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، ''خطبات بہاولپور''، ص: ۴۰۳، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

۳۰۔ ابنِ ہشام، خروج الحبشہ علی النجاشی، ۳۷۹/۱

اسد الغابہ، تذکرہ اصحمہؓ، ۱۴۲/۱

صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشی، ح: ۳۸۷۷، ص: ۶۵۱

۳۱۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، ''الوثاق السياسية فی العهد النبوی والخلافة الراشدة''، ص: ۴۹، قاہرہ، 1941ء

۳۲۔ ابن ہشام، اسلام عمروؓ بن العاص و خالدؓ بن الولید، ۳/ ۳۰۴، اسد الغابہ، تذکرہ عمروؓ بن العاص، ۱۱۶/۴

۳۳ ابن ہشام، اسلام عمروؓ بن العاص و خالد بن الولید، ۳/ ۳۰۴، اسد الغابہ، تذکرہ عمروؓ بن العاص، ۱۱۶/۴

۳۴۔ اسد الغابہ، تذکرہ ذو مخبرؓ ۲/ ۱۴۴

۳۵۔ اسد الغابہ، تذکرہ ابر ہہؓ ۱/ ۴۴

۳۶۔ یہ تمام نام اور ان کے حالات زندگی اسد الغابہ اور الاصابہ میں ان صحابہ کے تذکروں میں موجود ہیں۔

۳۷۔ الشوریٰ، ۴۲: ۷

۳۸۔ المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۳۵۸۷، ۶۲۶/۱

۳۹۔ ابنِ کثیر، ''البدایۃ'' ۳/ ۱۴۲، ایضاً، ''السیرۃ النبویۃ''، ۱۶۹/۲

الہندی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین ''کنز العمال'' فضائل ابی بکر الصدیقؓ، ۳۱۹/۶، موسسۃ الرسالہ، بیروت

۴۰۔ ابن کثیر، ابوالفداء، اسماعیل ابن عمر ''**السیرة النبوية**''، ۱۷۱/۲، دار المعارفۃ، بیروت 1976

۴۱۔ ابنِ کثیر ''البدایۃ''، ۳/۱۴۴

۴۲۔ اسد الغابہ، عبداللہؓ بن قیس ابوموسیٰ اشعریؓ، ۲۴۵/۳

۴۳۔ صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ الحبشۃ، ح: ۳۸۷۶، ص: ۶۵۱

المستدرک، مناقب ابی موسیٰ الاشعریؓ ۳/ ۴۶۴

اسد الغابہ، تذکرہ ابوموسیٰ الاشعریؓ، ۳۰۸/۵

۴۴۔ اسد الغابہ، تذکرہ ضمادؓ بن ثعلبۃ الازدی، ۴۱/۳۔۴۲

الاصابہ، تذکرہ ضمادؓ بن ثعلبۃ الازدی، ۲۱۰/۲

۴۵۔ اسد الغابہ، تذکرہ ضمادؓ بن ثعلبۃ الازدی، ۴۱/۳۔۴۲

۴۶۔ المسند، مسند جابرؓ بن عبداللہ، ح: ۱۴۶۵۴، ۳۴۹/۴

۴۷۔ ابنِ ہشام، قصۃ اسلام الطفیلؓ بن عمرو دوسی ۴۲۳/۱

اسد الغابہ، تذکرہ طفیلؓ بن عمرو الدوسی، ۳/ ۵۴

۴۸۔ ابن سعد، وفد دوس، ۱/ ۳۵۳

۴۹۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی ذرؓ، ح: ۶۳۵۹، ص، ۱۰۸۶، ۱۰۸۸

۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ الوثائق السیاسیۃ، ص: ۱۰

۵۲۔ ابن ہشام، العقبۃ الاولیٰ و مصعبؓ بن عمیر ۲/ ۴۷۔۴۸

۵۳۔ ابنِ ہشام، اول جمعۃ اقیمت بالمدینۃ، ۴۹/۲۔۵۰

اسد الغابہ، تذکرہ مصعبؓ بن عمیر، ۳۶۹/۴

۵۴۔ السہیلی ، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ ''الروض الانف'' ، فصل فی تجمیع اصحاب رسول اللہ ﷺ الجمعۃ ...۱/ ۲۷۰

۵۵۔ ابن ہشام، بدأ اسلام الانصار، ۲/ ۴۲۔۴۳ زادالمعاد ، ۳/ ۴۵

۵۶۔ ابن ہشام، بدأ اسلام الانصار، ۲/ ۴۴

۵۷۔ المسند ، حدیث عبادہؓ بن صامت ، ح: ۲۲۲۴۸، ۶/ ۴۴۱

ایضاً........ ح: ۲۲۱۹۴، ۶/ ۴۳۱۔۴۳۲

۵۸۔ ابن ہشام، العقبۃ الاولیٰ ومصعبؓ بن عمیر، ۲/ ۴۸

۵۹۔ زادالمعاد، ۳/ ۴۷

اسد الغابہ، تذکرہ مصعبؓ بن عمیر، ۴/ ۳۶۹

۶۰۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی واصحابہ المدینۃ ، ح: ۳۹۲۵، ص: ۶۶۲

ایضاً، کتاب التفسیر، سورۃ سبح اسم ربك الاعلیٰ ، ح: ۴۹۴۱، ص: ۸۸۲

المسند ، حدیث البراءؓ بن عازب ، ح: ۱۸۰۴۱، ۵/ ۳۶۰

۶۱۔ ابن ہشام ، امر العقبۃ الثانیۃ، ۲/ ۵۶۔۵۷

۶۲۔ ابن سعد کی روایت میں رفاعہؓ بن عبدالمنذر کی بجائے ابوالہیثمؓ بن تیہان کا نام ملتا ہے۔(i)

(i) ابن سعد، ذکر العقبۃ الاولیٰ ، ۱/ ۲۲۰

۶۳۔ المسند ، مسند جابرؓ بن عبداللہ، ح: ۱۴۲۴۳، ۴/ ۹۲۷

۶۴۔ صاحب تاج العروس نے نقیب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''النقیب شاهد القوم و راس هم یفتش احوالهم و یعرفها ...... وقیل النقیب الرئیس الاکبر'' (i)

''نقیب قوم کا شاہد وسردار ہوتا ہے۔ اس لئے وہ قوم کے حالات کی چھان بین کرتا ہے اور ان کے حالات سے حکومت کو باخبر رکھتا ہے۔۔۔۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نقیب بڑا سردار ہوتا ہے۔

نقیب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وانما قیل للنقیب نقیب لا نه یعلم دخلیة امر القوم ویعرف منا قبهم و هو الطریق الی معرفة امور هم'' (ii)

''نقیب کو نقیب اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ قوم کے اندرونی حالات سے آگاہ ہوتا ہے۔ ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے (حکومت) کو متعارف کراتا ہے اور قوموں کے حالات کو سمجھنے کا یہی طریقہ ہے۔''

نقباء کا ذکر ہمیں سابقہ اقوام میں بھی ملتا ہے۔قرآن حکیم نے بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے عہد میں نقیبوں کا ذکر کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَ بَعَثۡنَا مِنۡهُمُ اثۡنَىۡ عَشَرَ نَقِيۡبًا (iii)

''اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ نقیب مقرر کئے''

(i) الزبیدی، محمد بن محمد الحسینی، ''تاج العروس''، فصل النون من الباب الباء، ''نقب'' ۱/۴۹۲، دار الفکر، بیروت

(ii) ایضاً

(iii) المائدہ، ۵:۱۲

٦ـ ابنِ سعد، ذکر النقباء الاثنی عشر رجلا.... ۳/ ۶۰۳

٦ـ البدایہ، ۳/ ۱۶۲، ابن سعد، ذکر العقبۃ الاخرۃ، ۱/ ۲۲۳

٦ـ اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہؓ بن رواحہ، ۳/ ۱۵۷

٦ـ ابن ھشام، اول جمعہ اقیمت بالمدینۃ، ۲/ ۴۸

٦ـ اسد الغابہ، تذکرہ رافعؓ بن مالک بن عجلان، ۲/ ۱۵۷

٧ـ اسد الغابہ، تذکرہ رافعؓ بن مالک بن عجلان، ۲/ ۱۵۷، زاد المعاد، ۳/ ۴۵

٧ـ ابن ھشام، قصہ عمروؓ بن الجموح، ۲/ ۶۵ـ۶۶

''یہ محمد ﷺ کے صدق کی دلیل قاطع ہے کہ ان سے قربت رکھنے والے لوگ، ان پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ان کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف تھے۔اور اگر انہیں ان کی صداقت پر ذرّہ برابر بھی شبہ ہوتا تو ان پر وہ ہرگز ایمان نہ لاتے۔''

(ایچ۔جی۔ویلز)